بخاری کی شام

پروفیسر محمد سلیم

عصر کی نماز کے بعد سیدھا مسجد سے گھر آیا۔ تھوڑی سی جلدی کی۔ اِسی انتظار میں کہ دوست آئیں گے۔ بخاری کی باتیں ہوں گی۔ گھر کی خواتین تو ظہر سے ہی تیاری میں مصروف تھیں۔ تقریباً سارے پاکستانی پروفیسر حضرات تشریف لائے۔ ایک قرآنِ پاک ختم ہوا۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ لب پھر کانپ سے گئے۔ دو دن سے آنسوؤں کا عمل کچھ سست تھا۔ دنیا کے جوکھوں میں کھو جانا بھی فطری عمل ہے۔ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ایک ہی آواز بلند ہوئی ...... خدا شاہ کی ہڈی ہڈی، بال بال، خلیہ خلیہ کو سکھ عطا کرے۔ ایسا سکھ جو کبھی ختم نہ ہو۔ مغرب کی نماز کے بعد چائے وغیرہ کا پروگرام تھا۔ شاہ جی کے دو چچا جو کہ حج پر تشریف لائے تھے، مدعو تھے اور شریک محفل تھے۔ مدرسہ صولتیہ سے ڈاکٹر سعید صاحب بھی شوق سے آئے۔ بعد ازاں شاہ جی کی باتیں شروع ہوگئیں۔ میری باری پہلی تھی۔ باتیں تھیں کہ ختم نہیں ہونے پاتیں۔ شاہ جی کی ایک ایک بات، ایک ایک ادا ہمیں رہ رہ کر یاد آرہی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا چہرہ، وہ دھیما سا لہجہ، وہ ادائیں......شاہ جی سب کچھ ساتھ لے کر چلا گیا۔ وہ ہمیں کبھی نہیں بھولے گا۔ ایسے شخص کا ساتھ میرے لیے اعزاز کی بات تھی۔ لیکن یہ اعزاز زیادہ عرصہ نصیب نہ ہوا۔ وہ آیا بھی نہ تھا اور چلا بھی گیا۔ ہر ایک دوست شاہ جی کی خوبیوں کا معترف تھا۔ ہم نے تو شاہ جی کے ساتھ اچھا بھلا وقت گزارا تھا، یہاں صرف ایک ملاقات والے بھی اُسے بھول نہیں پا رہے۔ شاہ جی کو میں نے کبھی غصے میں نہیں دیکھا۔ ہمیشہ دھیما لہجہ اور نرم طبیعت۔ ہم چوبیس گھنٹے میں کئی بار ناراض ہوتے ہیں۔ کبھی آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ کیا شخص تھا۔ کبھی پریشان تو نظر آیا ہو، کبھی کوئی کڑوی بات کی ہو، نہیں کبھی نہیں۔ حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ اِس سارے عرصے میں شاہ جی کے منہ سے کوئی ایسی بات نہیں نکلی جس سے مجھے کوئی تکلیف پہنچی ہو یا کوئی طنز کا پہلو نمایاں ہو۔ اللہ نے اُنھیں بے شمار شخصی صفات سے نوازا تھا۔ شاید ہی زندگی میں ایسا دوست پھر کبھی مل سکے۔ شاید کبھی نہیں......

شاہ جی مارچ میں مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ ایک طویل انتظار تھا۔ پہلے ویزا لیٹ ہوگیا۔ بعد میں کچھ اور یونیورسٹی کے انتظامی مسائل درپیش آئے۔ اکتوبر میں آنے کے بجائے چھے مہینے بعد آخرِ کار شاہ جی آ ہی گئے۔ بہت ساری توقعات اور منصوبے ہمارے سامنے تھے۔ اُن میں سے ایک ذمہ داری شاہ جی کو یہ دی گئی کہ میری اہلیہ جو کہ ایم اے سالِ اول (انگریزی) کی طالبہ تھی، کو لسانیات کا مضمون پڑھانا تھا۔ شاہ جی کو یہ کام کچھ مشکل سا لگا۔ شاید تقاضائے دوستی میں انکار نہیں کر سکے۔ چنانچہ دو ہفتہ کے انتظار کے بعد اُنھوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اُس شخص کی

نظروں کو دیکھا۔ نگاہ نیچی رکھے بات کر رہے تھے۔ مذاق تو ہمارا تھا ہی، جی چاہا کہ کوئی جملہ فٹ کر دوں۔ مگر اُن کی طالبہ سامنے تھی۔ مختصر سے تعارف کے بعد میں کمرے سے چلا آیا۔ میری اہلیہ کا کہنا ہے کہ اِس دوران شاہ جی نے کبھی بھی آنکھ اُٹھا کر اوپر نہیں دیکھا۔ صرف آٹھ کے لگ بھگ کلاسز لیں۔ یہ تھا شاہ جی کے حیا کا عالم......

میں نے شاہ جی کو بہت مذاق کرتے دیکھا۔ ہم تینوں (سجاد، شاہ جی، میں) جب ساتھ بیٹھتے تو کئی گھنٹے خوش گپیاں چلتیں۔ لیکن کبھی بھی مجھے یہ محسوس نہیں ہوا کہ مذاق اب بیہودہ شکل اختیار کر گیا ہے یا شاہ جی نے کوئی ایسی بات کی ہو جس میں کوئی جنسی یا نسوانی لذت کا پہلو ہو۔ ہمیشہ مذاق کو مذاق کی حد کے اندر رکھنا شاہ جی کی ہی مہارت تھی۔ نہ تو وہ کسی کو بلاواسطہ تنقید کا نشانہ بناتے تھے اور نہ ہی کسی کی غیبت کرتے۔ اِس کے باوجود اُن کے ساتھ گھنٹوں بیٹھنے والے بھی کبھی تنگ نہیں ہوتے تھے۔ میں پاکستان پہلے چلا گیا تھا۔ وہ تقریباً ۳ ہفتے بعد میں گئے۔ جانے کے دوسرے دن ایک لطیفہ ارسال کیا۔ ساتھ یہ بھی لکھا کہ آپ لوگوں کو مجھ سے لطیفے سننے کی عادت تھی، سو کہیں عادت ختم نہ ہو جائے۔

آج شاہ جی ایک قصہٗ پارینہ ہے۔ شاہ جی کے لیے دل خون کے آنسو روتا ہے۔ شاہ جی کی رفاقت کا ارمان قبر تک ساتھ جائے گا۔ اللہ اُسے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)